ادارہ ترقی تعلیم اسلامی حیدرآباد دکن
سلسلہ نشان (۹)

عربی حبشی تعلقات

اور

نودریافت شدہ مکتوب نبوی صلعم

بنام نجاشی

از

جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب استاذ جامعہ عثمانیہ

شمس الاسلام پریس
۱۳۶۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادارہ ترقی تعلیم اسلامی کا قیام اس غرض سے ہوا ہے کہ اس کے ذریعے علمی، مذہبی، معاشی، اصلاحی اور تمدنی مسائل کے تحقیقاتی کارناموں کو منظر عام پر لایا جائے تاکہ ملک اور مذہب کو اس سے فائدہ پہنچ سکے۔

جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب استاد جامعہ عثمانیہ نے حبشہ اور عرب کے عنوان پر نہایت تحقیق سے ایک مقالہ مرتب فرمایا ہے جو ادارہ کی جانب سے شائع کیا جا رہا ہے، زیر نظر مقالہ باعتبار موضوع کے نہایت اہم ہے جس کے دیکھنے سے قبل اسلام اور ابتدائے اسلام میں حبش اور عرب کے تعلقات پر کافی روشنی پڑ سکتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں حبشہ کی زندگی کے تمام شعبوں پر اسلامی تعلیمات کا کتنا اچھا اثر مرتب ہوا کہ آخر میں حبش کا علاقہ مسلمانوں کے لیے دار الامن قرار پایا۔

اس مقالے میں ہمارے محترم ڈاکٹر صاحب نے ایک نئے مکتوب نبوی کی تلاش کی ہے اور اس مکتوب کے اصل ہونے پر وضاحت سے صفحہ ۲۳ پر اپنے معلومات کو ظاہر فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوگا کہ مکتوب نبوی جس کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔ وہ اصلی ہے اور اب ان برکات سے فائدہ اٹھانا جو آثار شریفہ کے لیے احادیث اور اقوال صحابہ سے ثابت ہیں مسلمانوں کا کام ہے۔

حالیہ جنگ کے سلسلے میں یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تھی کہ حبش پر اٹلی کا قبضہ ہو جانے کے بعد وہاں کے بادشاہ نے ایک مکتوب نبوی کی جو اُن کے ہاں موجود ہے اس کی زیارت کی اور اس کے توسط سے برکت حاصل کرنے کی دعا کی جس کا یہ محمود نتیجہ برآمد ہوا کہ چند دنوں کے بعد شاہ حبش دوبارہ حبش کا حکمران ہو گیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریف کی تعظیم و تکریم سے گناہگار لوگ بخشدیئے جاتے ہیں اور انھیں دین اور دنیا میں عزت دی جاتی ہے ایک مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے کسی کو کوئی فضیلت کی بات پہنچے اور اس کو ایمان کی راہ سے ثواب کی امید پر قبول کر لیا تو حق تعالیٰ اس کو ثواب عطا کرے گا جو اس کو معلوم ہوا ہے۔ اگرچہ وہ خلاف واقعہ ہو خدا ہم سب کو توفیق دے کہ ہم بھی رسول اللہ کی تعلیم پر عمل کریں اور صراط مستقیم پر چل کر دین و دنیا میں کامیاب رہیں۔

ابو الخیر کنج نشیر
ناظم ادارہ ترقی تعلیم اسلامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادارہ ترقی تعلیم اسلامی کا قیام اس غرض سے ہوا ہے کہ اس کے ذریعے علمی، مذہبی، معاشی، اصلاحی اور تمدنی مسائل کے تحقیقاتی کارناموں کو منظر عام پر لایا جائے تاکہ ملک اور مذہب کو اس سے فائدہ پہنچ سکے۔

جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب استاد جامعہ عثمانیہ نے حبشہ اور عرب کے عنوان پر نہایت تحقیق سے ایک مقالہ مرتب فرمایا ہے جو ادارہ کی جانب سے شائع کیا جا رہا ہے، زیر نظر مقالہ باعتبار موضوع کے نہایت اہم ہے جس کے دیکھنے سے قبل اسلام اور ابتدائے اسلام میں حبش اور عرب کے تعلقات پر کافی روشنی پڑھ سکتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں حبشہ کی زندگی کے تمام شعبوں پر اسلامی تعلیمات کا کتنا اچھا اثر مرتب ہوا کہ آخر میں حبش کا علاقہ مسلمانوں کے لیے دار الامن قرار پایا۔

اس مقالے میں ہمارے محترم ڈاکٹر صاحب نے ایک نئے مکتوب نبوی کی تلاش کی ہے اور اس مکتوب کے اصل ہونے پر وضاحت سے صفحہ ۲۳ پر اپنے معلومات کو ظاہر فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوگا کہ مکتوب نبوی جس کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔ وہ اصلی ہے اور اس کی برکات سے فائدہ اٹھانا جو آثار شریفہ کے لیے احادیث اور اقوال صحابہ سے ثابت ہیں مسلمانوں کا کام ہے۔

حالیہ جنگ کے سلسلے میں یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تھی کہ حبش پر اٹلی کا قبضہ ہو جانے وہاں کے بادشاہ نے ایک مکتوب نبوی کی جو اُن کے ہاں موجود ہے اس کی زیارت کی اور اس کے توسط سے برکت حاصل کرنے کی دعا کی جس کا یہ محمود نتیجہ برآمد ہوا کہ چند دنوں کے بعد شاہ حبش دوبارہ حبش کا حکمران ہو گیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریف کی تعظیم و تکریم سے گناہگار لوگ بخشے جاتے ہیں اور انھیں دین اور دنیا میں عزت دی جاتی ہے ایک مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے کسی کو کوئی فضیلت کی بات پہنچے اور اس کو ایمان کی راہ سے ثواب کی امید پر قبول کر لیا تو حق تعالیٰ اس کو ثواب عطا کرے گا جو اس کو معلوم ہوا ہے۔ اگرچہ وہ خلاف واقعہ ہو خدا ہم سب کو توفیق دے کہ ہم بھی رسول اللہ کی تعلیم پر عمل کریں اور صراط مستقیم پر چل کر دین و دنیا میں کامیاب رہیں۔

ابو الخیر کنج نشین
ناظم ادارہ ترقی تعلیم اسلامی

باپ کی شکایت پر اس نے نجرانیوں کو نہانیہ (الٹی میٹم) بھیجا[1] اور جب نجرانیوں نے عیسائیت کو چھوڑنے سے انکار کیا تو بڑی فوج لے کر ان کے صوبے میں پہنچا اور عیسائیوں کا بڑی بے رحمی سے قتل عام کیا۔ چنانچہ بڑے بڑے کھڈے یا گڑھے کھدائے ان میں آگ جلادی اور عیسائیت سے انکار نہ کرنے والوں کو ان میں زندہ جھونک دیا[2]۔ مفسرین کا خیال ہے کہ قرآن مجید (۸۵: ۴ تا ۷) میں آیت (قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود) میں اسی واقعے کی جانب اشارہ ہے۔ بچے کھچے آدمیوں میں سے ایک حبشہ پہنچنے میں کسی نہ کسی طرح کامیاب ہوگیا۔ اس نے جلی ہوئی انجیل نجاشی[3] کو دکھائی اور فریاد و زاری کر کے انتقام پر توجہ دلائی۔ نجاشی نے جلی ہوئی انجیل بیز نطینی شہنشاہ کے پاس قسطنطنیہ بھیج دی اور کشتیاں مہیا کرنے کی استدعا کی — ابن اسحاق کا بیان ہے کہ نجران کا فریادی براہ راست قیصر ہی کے پاس پہنچا تھا۔ اس نے کہا کہ میرا ملک بہت دور ہے میں خود کچھ نہیں کر سکتا۔ البتہ نجاشی کو میں خط لکھتا ہوں۔ وہ بھی عیسائی ہے اور اس کا ملک تمھارے ملک کے قریب ہے۔ وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارا انتقام لے گا — قیصر کی مہیا کردہ کشتیاں حبشی بندرگاہوں میں پہنچ گئیں اور خود نجاشی نے سات سو کشتیاں تیار کرائیں اور مقامی بندرگاہوں میں تجارت کی غرض سے آئی ہوئی ایرانی اور دیگر تاجروں کی بھی بہت سے کشتیاں بیگاری کیلئے

۱۔ تاریخ طبری صفحہ ۹۲۶۔

۲۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس نے حیرہ کے حکمران کو بھی ترغیب دلائی کہ وہ بھی اپنے علاقے میں عیسائیت کو ختم کر دے جیسا سریانی و دیگر حوالوں سے دیو رنسے نے اپنی فرانسیسی کتب "عرب" صفحہ ۸۲ عمود دوم وصفحہ ۸۳ عمود اول و تعلیق ۱ میں بیان کیا ہے۔

۳۔ یہ لفظ عربی میں غیر مشدد جیم کے ساتھ مستعمل ہے۔ اس معرب لفظ کا حبشی اصل نگوس (Negus) ہے جس کے لفظی معنے بادشاہ کے ہیں۔ اس سے مراد کوئی علم نہیں بلکہ حبشہ کا بادشاہ ہوتا ہے۔

روک لی گئیں۔ ان سب پر عرب کی مقامی روایتوں کے مطابق ستّر ہزار اور یونانی مورخوں کے مطابق ایک لاکھ بیس ہزار سپاہی سوار کیے گئے اور آبنائے باب المندب کو عبور کرکے، جس اثناء میں بہت سی کشتیاں طوفان میں ڈوب گئیں، یمن کے ساحل پر جا اترے۔ ابن الکلبی کا بیان ہے کہ پہلے کچھ فوج بھیجی گئی جو بذات خود اتنی کافی تھی کہ ذونواس کو مقابلے کی تاب نہ رہی۔ اس لیے اس نے بہت بڑی رقم پیش کرنے کے وعدے پر امان چاہا۔ اور جب حبشی افسر رقم وصول کرنے آئے تو دھوکے سے انھیں قتل کرا دیا۔ پھر بے سری فوج کا صفایا آسان کام تھا۔ اس شکست کا انتقام لینے کے لیے نجاشی نے ستّر ہزار حبشی فوج بھیجی۔ لاطینی مورخوں کے مطابق پندرہ ہزار کا مقدمۃ الجیش پیاس اور تھکن کے باعث تباہ ہو گیا۔

لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ ذونواس کو شکست ہوئی اور اس نے خودکشی کرلی۔ اس کے بعد یمن پر حبشی قبضہ ہو گیا اور یہ علاقہ نجاشی کے قبضے میں آگیا[1]

ابرہہ کی گورنری

کچھ دن بعد دو بڑے حبشی افسروں اریاط اور ابرہہ میں ان بن ہوگئی اور اریاط کو قتل کر کے ابرہہ یمن کا گورنر بن گیا۔ نجاشی کو بھی اس واقعہ کا گوارا کرنا اور ابرہہ کی گورنری کو تسلیم کرنا ہی بہتر معلوم ہوا تاکہ ملک میں مزید خونریزی نہ ہو۔

ابرہہ بڑا دیندار عیسائی تھا، اس نے ملک میں عیسائیت کے پھیلانے کی بڑی سرگرم کوشش کی اور یمن کے پائے تخت صنعا میں ایک بہت بڑا کلیسا تعمیر کرایا جس کا نام قلیس (یعنی کلیسا) رکھا۔ اس کی تعمیر میں بیزنطینی قیصر نے قسطنطنیہ سے بہت سے کاریگر، سنگ رخام اور چینی کی منقش اینٹیں بھیجیں۔ جب کلیسا تعمیر ہو گیا تو اسکندریہ کے بطریق نے ایک اطالوی پادری گریجن تیوس GREGENTIUS کو وہاں روانہ کیا[2] نجران میں بھی ایک گرجا اور "شہداء" کا قبرستان تعمیر کیا گیا۔

---

[1] تفصیلات کے لیے سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۴۲، مابعد۔ طبقات ابن سعد ج ۱ صفحہ ۵۵ تا ۵۶۔ تاریخ طبری صفحہ ۹۲۵، مابعد۔ معارف ابن قتیبہ صفحہ ۳۱۱۔ اخبار الطوال للدینوری صفحہ ۶۲۔ دیورتر کی فرانسیسی کتاب "عرب" صفحہ ۷۔

[2] چنانچہ (۲۳) دفعات کا ایک دستور العمل اس نے ملک میں نافذ کرایا جس کی یونانی اصل اب بھی ویانا کے کتب خانے کے مخطوطوں میں محفوظ ہے (دیکھیے دیورتر کی فرانسیسی کتاب عرب صفحہ ۱۷ کالم دوم، تعلیق)۔

مأرب کے تالاب کا کتبہ

ابرہہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک رعایا پرور حکمران ثابت ہوا۔ اس نے مقامی تالابوں وغیرہ پر توجہ کی۔ اس کے کتبے اب بھی یمن میں دستیاب ہوتے ہیں اور ان سے بہت سی تاریخی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مأرب کے تالاب کا کتبہ دلچسپی کے خاطر (ارض القرآن مولفہ سلیمان ندوی سے) نقل کیا جاتا ہے:۔

"مہربان رحم والے (رحمان ورحیم) اس کے مسیح اور روح القدس کی مہربانی سے ابرہہ اکسومی حبشیوں کا رئیس اراحیمس ذبیمان شاہ حبش کا محکوم سبا، ذوریدان، حضرموت، یمنات، تہامہ، اور نجد کا بادشاہ یہ یادگار قائم کرتا ہے کہ اس نے اپنے عامل یزید بن کبشہ پہ فتح پائی جس کو اس نے کندہ اور دئ پر حاکم بنایا تھا اور سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ اور روسائے سبا میں سے مرہ، ثمامہ، حنش، مرثد اور رضف ذو (یعنے قلعہ دار) خلیل، اور آل یزن، روسائے معدی کرب بن سمیفع اور رہفان اور اس کے رشتہ دار فرزندان اسلم اس کے ساتھ تھے۔

"بادشاہ نے اس کے مقابلے میں جراح قلعہ دار زبور کو بھیجا۔ یزید نے اس کو مار ڈالا اور قصر کدار کو ڈھا دیا۔ اور کندہ، حریب اور حضرموت کے قبائل سے اس نے جمعیت اکٹھا کی.........

"بادشاہ کو خبر ملی تو اپنی حمیری اور حبشی فوج ہزاروں کی تعداد میں ماہ ذو القیاظ۔ سنہ ۶۵۷ (یمنی) مطابق سنہ ۵۴۳ء میں لے کر چلا۔ جب مأرب کی وادیوں میں پہنچا تو یزید خود آیا اور تمام سرداروں کے سامنے اس کی اطاعت قبول کر لی.....

"اس اثنا میں مأرب کے تالاب کی دیوار، حوض اور دروازے کے ٹوٹنے کی خبر ماہ ذو المدرح سنہ ۶۵۷ (یمنی) مطابق سنہ ۵۴۳ء) میں آئی۔ قبائل کو فرمان بھیجا کہ پتھر، لکڑی اور سیسہ بند کے درست کرنے کے لیے مہیا کریں۔ بادشاہ پہلے مأرب گیا اور وہاں کے کینسے میں نماز ادا کی۔ پھر موقع پر گیا۔ نیو کھودی اور تعمیر شروع ہوئی.....

"بادشاہ ان رئیسوں سے معاہدہ کرکے واپس آیا۔ شہزادۂ اکسوم قلعہ دار معاہر یعنی فرزند بادشاہ مرجزف قلعہ دار ذزناج، عادل قلعہ دار فائش اور قلعہ داران شوکمان، "شعبان، رئین، ہمدان وغیرہ ....

"مہربان (رحمان) کی عنایت سے نجاشی، قیصر روم، منذر (یعنے حیرہ کے بادشاہ) اور حارث بن جبلہ (غسان کے بادشاہ) اور دوسرے بادشاہوں کی طرف سے دوستی اور محبت کے اظہار کے لیے ماہ ود ان ٦٦٧ (یمنی) مطابق سنہ ۵۴۳ء میں سفیر آئے ...."

اصحاب الفیل مارب ساگر کی اس مرمت کے ستائیس سال بعد ۵۷۰ء میں ابرہہ نے مکۂ معظمہ پر حملہ کیا۔ عرب مورخ اسے اصحاب الفیل کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جدید یورپی مولفوں کا خیال ہے کہ ابرہہ حقیقت میں خشکی کی راہ سفر کرکے شام جانا اور بیزنطینی شہنشاہ کو ایران کے خلاف مدد دینا چاہتا ہوگا۔ مگر عرب مورخ[۵۱] اس کا باعث اپنے بعض ہم وطنوں کی شرارت بتاتے ہیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ قلیس (کلیسائے صنعا) کی تعمیر سے بت پرست عربوں کو سخت غصہ آیا اور ان میں سے ایک من چلے کو جو سوجھی تو وہاں پہنچ کر چپکے سے ایک رات وہاں غلاظت کی اور بھاگ آیا۔ دریافت اور تحقیقات پر یہ قیاس کیا گیا کہ کسی مکے والے کی شرارت ہے اور کعبے کی خاطر قلیس کی تذلیل کی گئی ہے۔ غرض ابرہہ بہت سی فوج اور ایک ہاتھی لے کر روانہ ہوا۔ جب مکے کے قریب پہنچا تو قرآن مجید کے

۵۱۔ ابن ہشام صفحہ ۲۹ و مابعد

۵۲۔ اکثر مورخ یہی کہتے ہیں اور قرآن مجید میں اصحاب الفیل میں "فیل" کا لفظ واحد ہی آیا ہے۔ گو بعض مورخ کہتے ہیں کہ متعدد ہاتھی تھے۔ ابن ہشام اور طبری (صفحہ ۹۴۵) نے ہاتھی کا نام "محمود" لکھا ہے۔ ایک حبشی ہاتھی کا نام خالص عربی ہونا قرین قیاس نہیں ممکن ہے یہ لفظ MAMMOTH کا معرب ہو اور یہ ہاتھی مموت نسل کا ہو۔ طبری کے مطابق یہ ہاتھی جو غیر معمولی قد و قامت کا تھا، ابرہہ کی درخواست پر نجاشی نے حبش سے یمن بھیجا تھا۔

مطابق پرندوں کے جھنڈ (طیراً ابابیل) آئے اور پتھروں پر کنکریاں گرائیں۔ نہ معلوم یہ کنکریاں کن جراثیم سے متاثر تھیں کہ فوج میں وبا پھیل گئی[5] بہت سے لوگ مر گئے۔ کچھ ابرہہ کے ساتھ یمن واپس ہوگئے۔ اور کچھ جو بیمار ہوگئے وہیں رہ گئے۔ یہ لوگ سپاہی تھے۔ اس لیے یہ امر قرین قیاس ہے کہ بعد میں یہ مکے والوں کے ان محافظ دستوں میں کام کرنے لگے ہوں جو کاروانوں کی حفاظت کے لیے قافلے کے ساتھ آیا جایا کرتے تھے۔ اس ہاتھی کے واقعے کے سال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے

یورپی مورخوں کا بیان ہے کہ چونکہ حبشہ بیزنطینی حکومت کے ماتحت نہیں تو زیر اثر ضرور تھا، اس لیے بیزنطینی حکومت کو توقع تھی کہ یمن پر حبشی قبضے سے اسے معاشی مدد ملے گی اور ہندوستان سے ریشم کی خریداری یمن کے ذریعے سے آسان ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں کئی بیزنطینی سفارتیں بھی یمن آئیں لیکن ایرانی تاجر اپنے وسیع کاروبار کے باعث منڈیوں پر چھائے رہے، بلکہ خود عدن اور دیگر یمنی منڈیوں میں ایرانی اثر روز افزوں ترقی ہوتا گیا۔ چنانچہ مرزوقی[6] نے بیان کیا ہے کہ عدن میں عطر بنتا تھا جو اپنی لاجواب خوبیوں کے باعث ہند اور سندھ اور فارس و روم تک درساور ہوتا تھا۔ ابھی ابرہہ کے انتقال کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایرانیوں نے یمن پر حملہ کیا اور حبشیوں کو شکست دے کر اس پر قبضہ کر لیا[7]۔

حجازی عربوں کے تعلقات

حجازی عربوں کے تعلقات حبشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت قدیم رہے ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد حبشی الفاظ کا پایا جانا اس سلسلے میں کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ قدیم زمانے میں چین اور ہندوستان کا تجارتی مال یمن آتا اور خشکی کے راستے حجاز اور

۵۔ عرب مورخ بیان کرتے ہیں کہ حجاز میں چیچک وغیرہ وبائیں پہلی مرتبہ اسی وقت آئیں۔ اس سے پہلے لوگ ان سے واقف نہ تھے۔ (طبری صفحہ ۹۴۵) ۶۔ الازمنہ والامکنہ باب اسواق العرب۔

۷۔ تاریخ طبری صفحہ ۹۵۲ وما بعد۔

شام سے گزر کر یورپ جاتا تھا۔ جب رومیوں اور بیزنطینیوں نے بحر احمر میں حمل ونقل شروع کردی تو حجازیوں کے روزگار پر خاص کر بہت اثر پڑا تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پر دادا ہاشم نے سخت جد وجہد کی اور ہمسایہ ممالک سے تجارتی کاروانوں کے لانے کی اجازت حاصل کر لی۔ ابن سعد[۵۱] اور امام ابن حنبل[۵۲] وغیرہ[۵۳] کا بیان ہے کہ قیصر روم نے ہاشم کو شام آنے کا پروانہ عطا کیا اور اپنے زیر اثر فرمانروائے حبش کے نام بھی ایک سفارشی خط لکھ دیا۔ ہاشم نے اپنے بھائی کو حبشہ بھیجا اور ان کو نجاشی نے قیصر کی سفارش کی بنا پر اس بات کا منشور عطا کیا کہ ان کا تجارتی کاروان حبشہ آیا کرے۔ وادیٔ غیر ذی زرع (مکہ) کے تجارت پیشہ اپنے اور آس پاس کے علاقے سے عموماً چمڑے، گوند، لوبان وغیرہ بیچنے کے لیے لے جاتے تھے۔ قریبی میلوں میں گھی وغیرہ بھی بھیجتے تھے۔ اونی کپڑے اور قبائیں بھی عرب کی مقامی پیداوار میں شامل تھیں۔ ان چیزوں کے بدلے میں وہ زیادہ تر غلہ حاصل کیا کرتے تھے۔ حکومت شام نے ہتھیاروں کی برآمد بند کر دی تھی۔ موقع ملتا تو یہ لوگ اس کو بھی چوری چھپے درآمد کر لیا کرتے تھے[۵۴]۔ حبشہ جانے کے دو راستے تھے۔ حجاز سے خشکی کی راہ فلسطین اور مصر ہوتے ہوئے جائیں یا بندرگاہ جدہ سے کشتیوں پر سوار ہو کر باب المندب سے ہوتے ہوئے کسی حبشی بندرگاہ میں جا اتریں۔ قرآن مجید میں سمندر کا نہایت مدققانہ تذکرہ اور کشتیوں کے چلنے، طوفان اور خراب موسم سے دوچار ہونے، اور سمندری مسافروں کے پریشان ہونے کا نفسیاتی منظر

۵۱۔ طبقات ج ۱/۱ صفحہ ۴۳، ۴۵۔ ۵۲۔ مسند جلد ۱ صفحہ ۲۱۲۔ ۵۳۔ تاریخ طبری صفحہ ۱۰۸۹ ما بعد۔ تاریخ یعقوبی جلد ۱ صفحہ ۲۸۰۔ لسان العرب تحت کلمہ ایلاف۔ نیز سورۂ ایلاف کی تفسیر۔ ایلاف کے معنے بھی امن نامے کے ہیں۔ دیکھیے کتاب المحبّر لابن حبیب ورق ۸۱ ب۔

۵۴۔ لامنس کی فرانسیسی کتاب "مکہ بوقت ہجرت" صفحہ ۲۹ تا ۳۰ بحوالہ جرمن کتاب گوتر بوک۔ نیز ہفیننگ کی جرمن کتاب "اسلامی قانون خارجہ" صفحہ ۱۰۷۔ مجموعہ قوانین یسٹی نین (کتاب کوڈ، حصہ چہارم باب ۴۱) دفعہ ۱ میں تلوار و دیگر ہتھیار، تیل اور شراب وغیرہ کی برآمد "وحشی" علاقے میں ہونے دینے کی ممانعت کی گئی ہے اور قدیم رومی حکمرانوں کے احکام کا بھی ان دفعات میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان طویل لاطینی دفعات کا ترجمہ کرنے کی جگہ

اور سب سے بڑھ کر بحری اصطلاحات وغیرہ کے طور پر بعض حبشی الفاظ کا استعمال ــــ یہ تمام امور بتاتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین ملکی و حجازی مخاطب بحری سفر اور حبشی سمندر سے کتنی گہری واقفیت رکھتے تھے۔ اگر عربی مورخوں پر اعتماد کیا جائے تو ملکی تاجر خود نجاشی سے شخصی تعارف رکھتے تھے اور اس کے دربار میں باریاب ہوا کرتے تھے۔ شاید نبی کریم کو بھی کبھی نبوت سے پہلے اس کا موقع پیش آیا ہو؟ اگرچہ سیرت نگار اور سوانح نویس اس بارے میں خاموش ہیں لیکن جو شخصیت زیادہ تر اپنے تجارتی معاملات میں راست بازی کے باعث الامین کے قومی خطاب سے مخاطب ہوئی ہو جس نے نہ صرف یمن اور شام کا بلکہ بروایت امام حنبل بحرین و عمان جیسے دور دراز ممالک کا خاصا تفصیلی سفر کیا ہو اس سے یہ بات اس زمانے میں عقلاً بعید نہیں معلوم ہوتی کہ کبھی حبشہ بھی گئی ہو جہاں اس کے ہم وطن ہر سال نہیں تو اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی کو حبشہ ہجرت کر جاتے وقت جو تعارفی خط عطا[۵] فرمایا تھا اور جس میں نجاشی کو واقفانہ انداز میں لکھا تھا کہ ان نو آمدوں کا مہمان نوازانہ استقبال کرے وہ بھی اس گمان کو مزید تقویت پہنچاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت | سنہ ۶۱۰ء میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں اس بات کا اعلان فرمایا کہ آپ کو خدا نے اپنا پیغام رساں بنا کر بغرض ہدایت بھیجا ہے۔ بت پرست یا بے مذہب ہم شہریوں کو جب خدائے واحد پر ایمان لانے کے لیے کہا گیا اور بتوں کی بے سودی کا بڑی شد و مد سے ذکر ہوا تو انتہائی جوش و خروش سے اس کی مخالفت ہوئی اور اکا دکا جو بھی اس تحریک سے متاثر ہوا اس کی جان کے لالے پڑ گئے۔

چار پانچ سال کی ان تھک اور بے لوث تبلیغ کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند درجن

۵۔ جیسا کہ آیندہ مفصل بیان ہوگا۔

کی مسلمان ہو گئے۔ شہر میں ہم وطنوں کے ہاتھوں جس فتنہ و فساد سے سابقہ تھا اُس کے باعث آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو مشورہ دیا کہ ترک وطن کر کے حبش چلے جائیں۔ "جہاں ایک منصف مزاج بادشاہ حکمران ہے اور جس کے ملک میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔"[1] ان مہاجرین میں جو حبش گئے آں حضرت کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر طیّار بھی شامل تھے۔

مکتوبات نبوی تاریخ نے ایسے کوئی دو ڈھائی سو خط محفوظ کئے ہیں جو آنحضرت نے مختلف قبائلی شیوخ، صوبجاتی افسروں اور ہمسایہ حکمرانوں کے نام تحریر فرمائے تھے۔ جو شخص پورے جزیرہ نمائے عرب کا حکمران بن چکا ہو، اس کے لیے یہ تعداد کچھ بڑی نہیں ——— اور انھیں خطوں میں سے ایک جسے طبری، ابن القیم، قسطلانی، اور قلقشندی نے اپنی کتابوں میں محفوظ کیا ہے یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"من محمد رسول اللہ الی النجاشی الأصحم ملک الحبشہ۔ انی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ہو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن واشھد ان عیسی بن مریم روح اللہ و کلمتہ القاھا الی مریم البتول الطیبۃ الحصینۃ فحملتہ من روحہ ونفخہ کما خلق آدم بیدہ۔ وانی ادعوک الی اللہ وحدہ لا شریک لہ وان تتبعنی وتومن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ وانی ادعوک وجنودک الی اللہ عز وجل وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصحی وقد بعثت الیکم ابن عمی جعفر اً	محمد رسول اللہ کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبشہ کے نام۔ میں اُس خدا کی تعریف تمھیں لکھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو مقدس، سلامتی والا، امان دہندہ اور سلامت رکھنے والا ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں جن کو پاک اور برائی سے محفوظ مریم بتول کی طرف ڈالا گیا تو وہ خدا کی روح اور پھونک سے حاملہ ہوئیں جیسا کہ خدا نے حضرت آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا۔ میں تجھے خدائے واحد لاشریک کی طرف بلاتا ہوں تاکہ تو میری اتباع کرے اور مجھ پر نازل شدہ چیز پر ایمان لائے۔ کیونکہ

[1] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۲۰۸۔

معہ نفر من المسلمین ۔ فاذا جاءک فاقرھم ودع التجبر والسلام علی من اتبع الھدی"

میں خدا کا رسول ہوں میں تجھے اور تیرے لشکروں کو خدائے عزوجل کی طرف بلاتا ہوں میں نے پیام پہنچا دیا اور بہی خواہی کی ہے ۔ اب میری بہی خواہانہ نصیحت کو قبول کرو ۔ اور میں نے تمہارے پاس اپنے چچا زاد بھائی جعفر کو بھیجا ہے جس کے ہمراہ چند مسلمان بھی ہیں جب وہ تیرے پاس آئے تو ان کی مہمانداری کرا ور تکبر چھوڑ دے سلام اس پر جو راہ ہدایت پر چلے

عام طور سے اسلامی مورخ اس خط کو ۶ھ کے اواخر کے واقعات میں بیان کرتے ہیں جب کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد ہمسایہ ممالک کے فرمانرواؤں کو دعوت اسلام کی تبلیغ کی ۔ مگر اوپر نقل کئے ہوئے خط کا آخری فقرہ غور طلب ہے ؛ "میں نے اپنے چچا زاد بھائی جعفر کو تمہارے پاس بھیجا ہے اور اس کے ساتھ کچھ مسلمان ہیں ۔ جب وہ تیرے پاس آئے تو ان کی مہمان داری کر........" کیا یہ عبارت سنہ ۶ ہجری میں لکھی جا سکتی ہے ، جب کہ ان مہاجرین کو حبشہ پہنچے ہوئے پندرہ سال ہونے کو آئے تھے ؟ بہ ظاہر یہ خط تعارف کی غرض سے حضرت جعفر طیار کو دیا گیا تھا جب وہ حبشہ جا رہے تھے ۔ اگر سیرت نگاروں کی خاموشی کو کوئی مانع نہ قرار دیا جائے تو خط کے واقف کارانہ انداز سے یہ گمان ہوتا ہے کہ نبوت سے پہلے آنحضرت خود حبشہ تشریف لے گئے اور مثل بعض دیگر مکی تاجروں کے نجاشی سے شخصی تعارف حاصل کیا تھا ۔ آپ کا مہاجرین سے چلتے وقت فرمانا کہ "حبش میں ایک ایسے بادشاہ کی حکمرانی ہے جس کے دور میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا" اس کی مزید تائید کر سکتا ہے ۔ احادیث میں بعض وقت آنحضرت کی زبان سے چند حبشی الفاظ بھی مروی ہیں ۔

اتفاق سے ۱۹۳۹ء میں جب میں آکسفرڈ میں "مکتوبات مدینہ" پر لکچر دینے گیا تھا تو پروفیسر مارگولیوث آنجہانی نے میری توجہ اس جانب منعطف کرائی کہ اسکاٹلینڈ کے ایک مستشرق کو حال میں یہ خط ملا ہے اور میری مراسلت موصوف کو بھیج دی ۔ اس کے جواب میں مستشرق مذکور (ڈی ۔ ایم ڈنلاپ ساکن براڈکرک ،

مکتوب نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام

بنام نجاشی

از جے، آر، اے، ایس۔ لندن بابتہ جنوری ۱۹۴۰ ع

اسکاٹلینڈ) کا جواب ملک شام سے ۲؍جون ۱۹۳۹ء کا چلا ہوا مجھے حیدرآباد میں ملا جس میں لکھا تھا کہ بعض خاص حالتوں میں اس کا یہ خط فلسطین کے ایک پادری کے پاس سے حال میں خرید اگیا ہے اور یہ کہ وہ اسے جلد لندن کے رسالۂ جے آر اے ایس میں ایک مضمون کے ساتھ شائع کرانے والا ہے۔ مزید مہربانی سے اس نے خط کی ایک دستی نقل فوراً بھیج دی۔ فوٹو وطن واپسی پر بھیجنے کا وعدہ تھا۔ لیکن جنگ چھڑنے کے بعد سے پھر کوئی پتا نہ ملا۔ مذکورہ نقل یوں ہے:-

۱۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
۲۔ محمد رسول اللہ الی النجا۔
۳۔ شی عظیم الحبشۃ سلام علی من۔
۴۔ اتبع الہدی اما بعد فانی احمد الیہ۔
۵۔ ک اللہ الذی لا الہ الا ہو الملک۔
۶۔ القدوس السلام المومن المہیمن۔
۷۔ واشہد ان عیسی بن مریم روح۔
۸۔ اللہ وکلمتہ القاہا الی مریم البتو۔
۹۔ ل الطیبۃ الحصینۃ فحملت بعیسی من ر
۱۰۔ وحہ ونفخہ کما خلق آدم بیدہ و۔
۱۱۔ انی ادعوک الی اللہ وحدہ لا شر۔
۱۲۔ یک لہ والموالاۃ علی طاعتہ وان۔
۱۳۔ تتبعنی وتومن بالذی جاءنی فانی ر
۱۴۔ سول اللہ۔ وانی ادعوک وجنو۔
۱۵۔ دک الی اللہ عزوجل وقد بلغ۔
۱۶۔ ت ونصحت فاقبل ونصیحتی والسلام۔
۱۷۔ علی من اتبع الہدی (مہر: اللہ رسول محمد)

اگر یہ خط اصلی اور مکمل ہے تو میرے عرصے کے اس گمان کی تائید ہوتی ہے کہ مذکورۂ صدر تعارفی خط میں دو خطوط کی عبارتیں مدغم ہو گئی ہیں۔ چنانچہ یہاں جعفر طیار کے تعارف کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی "ع التجبر" کا درشت انداز بیان۔

کفارِ مکہ کا وفد حبشہ میں

بہرحال جب متعدد جماعتیں مہاجرین کی حبشہ پہنچیں تو مکے والے اس کی روک تھام کے لیے تدبیریں سوچنے لگے۔ آخر انھوں نے ایک وفد بھیجا[۵۱] جو نجاشی سے ان ملزمین کی حوالگی کا مطالبہ کرے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو جوابدہی کا موقع دیا۔

انھوں نے کہا کہ ہم نے مکے میں کوئی جرم یا فعل ناجائز نہیں کیا ہے۔ ہم پہلے گمراہ

۵۱۔ سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۲۱۷ وما بعد

تھے۔ اب خدا نے ہمارے پاس ایک نبی بھیج کر ہماری ہدایت کا سامان کیا ہے۔ اور ہم ہم وطنوں کے ظلم اور بے دردی سے مجبور ہو کر یہاں پناہ لینے آئے ہیں۔ قریشی وفد کا سردار عمرو بن العاص جیسا زبردست موقع شناس سیاست داں تھا۔ چنانچہ اس نے فوراً پہلو بدل کر نجاشی کے نازک اور حساس ترین جذبات پر وار کیا اور پوچھا: "مگر مسلمان یہ تو بتائیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کے متعلق کیا عقائد رکھتے ہیں؟" مسلمانوں کے نمایندے حضرت جعفر طیار نے قرآن مجید[1] کی چند آیتیں پڑھیں جن میں حضرت عیسیٰ کو روح اللہ، کلمۃ اللہ، ابن مریم اور بن باپ کے پیدا ہونے والا کہا گیا ہے اور ان کے ابن اللہ ہونے سے انکار کیا گیا ہے۔ نجاشی فرقۂ طبیعت واحدہ کا (مانو فزائسٹ) عیسائی تھا اور ان دنوں اس فرقے اور یونان و روما کے عیسائیوں میں بڑے سخت اختلافات تھے۔ آخر الذکر اس بات کے قائل تھے کہ حضرت عیسیٰ میں بوقت واحد دو طبیعتیں تھیں: انسانی بھی اور خدائی بھی۔

حضرت عیسیٰ کے متعلق سب عیسائی قائل ہیں کہ وہ روح اللہ، کلمۃ اللہ، ابن مریم اور بن باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے شاید یہ کہا جا سکتا ہے کہ نجاشی اور اس کے درباری پادریوں نے مسلمانوں کو بھی عیسائی خیال کیا ہو، اور اس بنا پر بت پرست مکیوں کے حوالے کرنے سے انکار کیا ہو۔ مسلمان حضرت عیسیٰ کے متعلق ابن اللہ ہونے سے یکلخت انکار کرتے ہیں۔ ممکن ہے نجاشی، جو فرقۂ طبیعت واحدہ کا پیرو تھا، مسلمانوں کے نقطۂ خیال کی طرف مائل ہو گیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ یہ خیال کرتا ہو کہ مسلمان دراصل عیسائیوں کا ایک نیا فرقہ ہوں[2] اور رفتہ رفتہ

---

[1] بحوالہ مریم کی آیتیں

[2] اسلام کو شروع ہو کر اس وقت تک بمشکل پانچ سال گزرے تھے اور بجز عقائد کے بہت کم احکام نازل ہوئے تھے۔ مسلمان نماز میں بھی غالباً بیت المقدس ہی کی طرف رخ کرتے تھے، جو عیسائیوں کا مقدس ترین مقام ہے۔ ان حالات میں ان پر اجنبی کے لیے عیسائیت کا گمان کرنا تعجب کے قابل نہ ہوگا۔ بدقسمتی سے حبشہ کی ہمعصر تاریخیں محفوظ نہیں رہیں ورنہ ہمیں اسلامی مورخوں کے بیانات کا مقابلہ کرنے کا موقع ملتا۔

حبشی ماحول میں وہ فرقہ طبیعت واحدہ میں شامل ہو جائیں۔ اور تاریخ بھی بتاتی ہے کہ ان مسلمانوں میں سے جو اپنے مرکز اور ہادی ؐ سے دور جا پڑے تھے کم از کم دو نے عیسائیت قبول کر لی۔ (دیکھئے ابن ہشام صفحہ ۸۳ ۷ تا ۸۴ - تاریخ طبری صفحہ ۱۷۶۱ ، وغیرہ)

نجاشی کا اسلام مسلمان مولف بہر حال اس کے قائل ہیں کہ نجاشی نے اسلام قبول کر لیا تھا اور یہ کہ جب اس کے مرنے کی اطلاع ملی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ مگر یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے۔

مکے میں بعض عجیب حالات میں عارضی طور سے چند دن کے لیے یہ مشہور رہا کہ قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اب کوئی پرخاش نہیں رہی، تو فوراً حبشہ سے بہت سے مہاجر وطن واپس آ گئے۔ اس عرصے میں جب حالات کی توضیح ہو گئی تو یہ لوگ اور بعض دیگر کئی مسلمان پھر حبشہ واپس چلے گئے۔

ہجرت نبوی اس کے بعد کئی سال تک کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقامی سلوک سے دل برداشتہ ہو کر مدینہ ہجرت کر جاتے ہیں۔ اور مقامی و مضافاتی قبائل سے سمجھوتہ کر کے اپنے اقتدار کو مستحکم کرتے ہیں۔ اور پھر قریش پر، جن کے تجارتی کارواں مسلمانوں کے زیر اثر علاقے سے گزر کر شام جاتے تھے، معاشی دباؤ ڈالتے ہیں۔ اور نتیجۃً بدر وغیرہ کی جنگ ہوتی ہے جس میں عموماً قریش کو سخت شکست ہوتی ہے تو قریش کی ایک اور سفارت حبشہ جاتی ہے اور موقع دیکھ کر چاہتی ہے کہ آنحضرت صلعم کے خلاف غصہ، مہاجرین حبشہ پر اتاریں[1]۔ مگر انھیں اس دفعہ بھی ناکامی ہوتی ہے مملکت اسلامیہ کی عام ترقی کے دیکھتے اب اس بات کی ضرورت نہیں رہی تھی کہ مسلمان غیر ممالک میں پناہ لیتے ہیں۔ اس لیے اس زمانے یعنی ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفیر حبشہ بھیجا کہ ان مہاجرین کو مدینہ لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر نجاشی نے مہاجرین میں سے ایک نوجوان بیوہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] تاریخ طبری صفحہ ۱۶۰۲ و مابعد

سے غائبانہ عقد بھی کرا دیا تھا۔ ان بی بی کو ساتھ لیجانا بھی مقصود تھا۔ نجاشی نے دھوم دھام سے مسلمانوں کو رخصت کیا اور انھیں تحفے تحائف دے کر اپنے جہازوں میں مدینہ روانہ کیا[۱] مورخ لکھتے ہیں کہ نجاشی نے کئی کشتیاں اور بھی ساتھ کیں جن میں اس کا بیٹا اور بہت سے حبشی تھے۔ اور منشاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوستانہ سلام پہنچانا تھا۔

نجاشی کا خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

طبری اور ابن اسحاق نے نجاشی کا خط بھی محفوظ کیا ہے جس میں نجاشی نے اپنے پوشیدہ اسلام لانے اور اپنے بیٹے کے بھیجنے کا ذکر کیا ہے جو یہ ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الی محمد رسول اللہ من النجاشی الاصحم بن ابجر۔ سلام علیک یا نبی اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ من اللہ الذی لا الہ الا ھو الذی ہدانی الی الاسلام۔ اما بعد فقد بلغنی کتابک یا رسول اللہ فیما ذکرت من امر عیسی، فورب السماء و الارض ان عیسی ما یزید علی ما ذکرت ثفروقا۔ انہ کما قلت۔ و قد عرفنا ما بعثت بہ الینا و قد قربنا ابن عمک و اصحابہ فاشہد انک رسول اللہ صادقا مصدقا۔ و قد بایعت ابن عمک و اصحابہ و اسلمت علی یدیہ للہ رب العالمین۔ و قد بعثت الیک یا نبی اربا بن الاصحم بن ابجر فانی لا املک الا نفسی و ان شئت ان آتیک فعلت یا رسول اللہ فانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت محمد رسول اللہ از طرف نجاشی اصحم بن ابجر، تجھ پر اے اللہ کے نبی سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔ یا رسول اللہ آپ کا خط مجھے ملا جس میں حضرت عیسیٰ کا ذکر تھا۔ زمین اور آسمان کے مالک کی قسم کہ آپ کی بیان کردہ چیز سے حضرت عیسیٰ رتی بھر بھی زیادہ نہیں ہیں۔ وہ ویسے ہی تھے جیسا آپ نے فرمایا ہے۔ ہم نے آپ کے فرستادوں سے تعارف حاصل کیا اور آپ کے چچا زاد بھائی اور اس کے ساتھیوں کی مہمانداری کی میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے اور تصدیق یاب رسول ہیں۔ میں نے

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۵ - طبری صفحہ ۱۵۷۰ - ابن ہشام صفحہ ۱۰۰۲

اشہد ان ما تقول حق۔ والسلام علیک یا رسول اللہ

آپ کے چچا زاد بھائی اور اس کے ساتھیوں کی بیعت کی اور اس کے ہاتھوں خدائے رب العالمین کے سامنے سر اطاعت تسلیم کیا۔ میں نے آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارہا بن اصحم بن ابجر کو بھیجا ہے کیونکہ میں اپنی ذات کے سوا کسی کا مالک نہیں اگر آپ چاہیں کہ میں آپ کے پاس آجاؤں تو آجاؤں گا کیونکہ میں اقرار کرتا ہوں کہ جو آپ فرماتے ہیں وہ حق ہے۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔

یہ وفد حبشہ سے چلا لیکن بعض مورخ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کشتیاں جن میں حبشی تھے سب ڈوب گئیں تو بعض دیگر مورخ بیان کرتے ہیں کہ ان میں سے چند سلامت رہیں۔ جب یہ سفارت مدینہ آئی تو آنحضرت صلعم و فور اخلاق سے ان کی خود خدمت کرتے رہے۔ یہ حبشی سپاہی بعض جنگوں میں مسلمانوں کے ساتھ شریک بھی رہے ہیں سمہودی نے تاریخ مدینہ میں یہاں تک لکھا ہے کہ نجاشی کے بیٹے نے حضرت علی سے موالات یا بھائی چارہ اختیار کر لیا اور حبشہ واپس جا کر تخت نشین ہونے سے انکار کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط نجاشی کے نام

اس سفارت کے جواب میں آنحضرت صلعم نے بھی نجاشی کو کچھ تحفے بھیجے مگر اس عرصے میں اس نجاشی کا انتقال ہو گیا۔ امام مسلم لکھتے ہیں کہ اس کے جانشین کو آنحضرت نے ایک تبلیغی خط لکھا۔ مگر اس کا انجام معلوم نہیں۔

یہ خط بیہقیؒ نے ابن اسحاق کی کتاب سے نقل کر کے محفوظ کیا ہے اور وہ یہ ہے

---

۱۵ - حوالے - طبری صفحہ ۱۵۶۹ تا ۷۰ عن ابن اسحاق - صبح الاعشیٰ جلد ۶ صفحہ ۶۶ ہم تا ۶۷ عن ابن اسحاق تاریخ ابن کثیر حصہ ۳ صفحہ [illegible] - زاد المعاد لابن القیم حصہ ۳ صفحہ [illegible] تا [illegible] - اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین لابن طولون صفحہ [illegible] - [illegible] تاریخ الحبشہ [illegible] سواطع الانوار (تاریخ حبشہ) [illegible] - [illegible] میں [illegible] ابن کثیر میں یہ حوالہ پایا ہے۔

"ہذا کتاب من محمد النبی الی النجاشی الاصحم عظیم
الحبشہ۔ سلام علی من اتبع الھدیٰ و آمن
باللہ و رسولہ و اشہد ان لا الہ الا اللہ
وحدہ لا شریک لہ لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا
و ان محمداً عبدہٗ و رسولہ۔ و ادعوک بدعایۃ
الاسلام فانی انا رسولہ فاسلم تسلم۔ یا اہل
الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم
الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیا ولا یتخذ
بعضنا بعضاً اربابا من دون اللہ فان
تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون۔
فان ابیت فعلیک اثم النصاریٰ من
قومک (مہر)

محمد رسول اللہ

یہ خط پیغمبر محمدؐ کا حبشیوں کے سردار نجاشی اصحم
کے نام ہے۔ سلامتی اس شخص کے لیے ہے جو راہ ہدایت
کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان
لائے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود
نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے
نہ بیوی ہے نہ بچہ اور یہ بھی کہ محمد اسی (خدا) کا بندہ
اور رسول ہے۔ میں تجھے اسلام کے بلاوے کی دعوت
دیتا ہوں کیونکہ میں اسی کا رسول ہوں۔ اسلام لا
تو سلامت رہے گا۔ اے اہل کتاب ایک ایسی بات
پر آ جمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر ہے
یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں
اور نہ اس کے ساتھ شرک کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں
اپنوں ہی کو رب بنائیں اگر وہ پلٹ جائیں تو کہہ دو کہ ہم تو
(خدا کے) فرمانبردار ہیں اگر تو انکار کرے تو تیری قوم کے نصرانیوں کا وبال تجھ پر ہوگا

ابھی حال ہی میں حبشی اطالوی جنگ کی ابتدا میں اخباروں نے (ہمدم نے مصر کے اخبار البلاغ سے اور اس نے ادیس ابابا کے اخبار برہان اسلام سے نقل کر کے) یہ خبر شائع کی تھی کہ نجاشی نے اپنے خزانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خط جو اب تک محفوظ ہے نکال کر مسلمانوں کے ایک وفد کو دکھایا۔ اس خط کی جو عبارت نقل کی گئی ہے، وہ وہی ہے جو اوپر نقل کی گئی ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ بیان کس حد تک صحیح ہے۔ اس سے پہلے حبشہ کے اس اثری خزانے کی خبر کبھی نہیں آئی تھی، حالانکہ موجودہ خبر کے بموجب حبشی اس سے اکثر مشکل اوقات میں کام لیتے رہے ہیں۔ آنحضرت صلعم کے دو اور اصلی خطوط گزشتہ صدی عیسوی کے ربع سوم میں دستیاب ہوئے ہیں اور ان کے فوٹو بھی مشرق اور مغرب کے علمی رسالوں میں شائع ہوئے ہیں، ان دونوں کے متن بھی بالکل وہی ہیں جیسا کہ قدیم عربی تاریخوں میں محفوظ ہیں۔ اگر نجاشی کے اس مزعومہ خط کا بھی فوٹو حاصل ہو سکے تو ہم کسی بہتر نتیجے پر پہنچ سکیں گے۔ اگر نجاشی ہائیلا سلاسی نے اپنی جلاوطنی کے زمانے میں مجبوراً فلسطین میں ان یادگاروں کو فروخت کر دیا تھا جیسا کہ اوپر مسٹر ڈنلاپ کے خط سے اس خط کی اصل کھو جانے کے واقعے سے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے تو پھر شہادت زیادہ قابل قبول ہو جاتی ہے مگر خدا معلوم اس عالمگیر جنگ نے ان متبرک یادگاروں کا کیا حشر کیا ہے اور وہ اب کہاں ہیں۔

حبش کے ساتھ مسلمانوں کے دوستانہ تعلقات

بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں مسلمانوں کے تعلقات حبشہ کے ساتھ بے حد دوستانہ رہے۔ اور ایسی متعدد حدیثیں ملتی ہیں جن میں آنحضرت صلعم نے حبشیوں سے اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید کی ہے۔ ابتدائی دور اسلام میں بعض فرزندان حبش نے رسول کریم کا جس جوش و صداقت کے ساتھ ساتھ دیا، اسے مسلمان اب بھی ادب کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور پہلے موذن حضرت بلال حبشیؓ کے نام میں وہ کشش ہے کہ جاوی زبان میں بلال کے معنے خود موذن کے ہیں۔ اور لندن کی مسجد میں (جو محلۂ پٹنی میں ہے) سب سے پہلے انگریز موذن کا نام بھی بلال رکھا گیا ہے۔ اور اب بہت کم لوگ جانتے یا جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان مسٹر بلال کا اصلی نام کیا تھا، اور یہ گورے بلال خود بھی کالے بلال کے ہم نام ہونے پر فخر کیا کرتے ہیں۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ ابرہہ کے حملے کے سلسلے میں بہت سے حبشی بیمار ہو کر مکے ہی میں رہ گئے۔ کچھ عرصہ ہوا مشہور شرقیاتی پادری لامنس نے ۱۹۱۶ء کے ژورنال آزیارتیک (پاریس) میں ایک عجیب اور قابل غور مضمون لکھا ہے :-

Les Ahabis Et L'organisation Militaire De la Mecque Au Siecle De L'Hégire

"یعنے حبشی اور قرن ہجرت کا فوجی نظام مکے میں"

اس میں وہ متعدد عربی حوالوں کی بنا پر یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ قریش نے ایک مستقل فوج قائمہ (Permanent Standing) تیار کی تھی جس میں ان کے حبشی غلام اور بہت سے تنخواہ یاب حبشی سپاہی کام کرتے تھے۔ اور قریش ان کو نہ صرف اپنے تجارتی کاروانوں کے سفر کے وقت بطور محافظ دستہ ساتھ لے جایا کرتے تھے، بلکہ اپنی جنگوں میں بھی ان سے مدد لیتے تھے۔ مسلمانوں سے جنگوں کے سلسلے میں اکثر "قریش واحابیشہا" کا ذکر تاریخوں میں آیا ہے۔

مصر کے جنوبی علاقے میں اسلام کی اشاعت

عہد نبویؐ کے بعد مسلمان جب تیزی

سے چاروں طرف پھیلنے لگے تو مصر کا جنوبی علاقہ بھی نور اسلام سے منور ہونے لگا۔ معلوم نہیں وہاں اسلام کا آغاز کب سے اور کس طرح ہوا۔ چونکہ مصر سے اس علاقے کے تجارتی تعلقات قدیم اور کثیر تھے اس لیے مصر کی فتح کے بعد ہی عرب مسلم تاجروں نے اسلام یہاں پہنچا دیا ہوگا۔ بہرحال حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں نوبیہ کے علاقے میں مسجدوں کا پتا چلتا ہے۔ مقریزی نے خطط مصر (باب "النقط") میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت عمرؓ کے زمانے میں مصر میں فاتحانہ آئے تو انھوں نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں بیس ہزار فوج دے کر مصر کے جنوب میں نوبیہ روانہ کیا۔ اور جب بہت دن ہو گئے تو عمرو بن العاصؓ نے ان کو واپسی کا حکم دیا۔

نوبیہ پر مسلمانوں کی چڑھائی اور معاہدہ

جب عمرو بن العاصؓ کی وفات ہو گئی تو نوبیوں نے اس صلح کو توڑ دیا جو ان میں اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح میں ہوئی تھی۔ اور وہ جنوبی مصر پر بکثرت لوٹ مار کرنے لگے۔ اس پر عبداللہ بن سعد نے مکرر نوبیہ پر چڑھائی کی۔ اب یہ خود مصر کے گورنر ہو گئے تھے اور یہ ۳۱ھ یعنی حضرت عثمانؓ کا زمانہ ہے۔ چنانچہ نوبیہ کے پائے تخت دنقلہ (دونگولہ) کا محاصرہ کر کے منجنیق سے پتھر برسائے جس سے ان کا گرجا منہدم ہو گیا۔ اس پر ان کا بادشاہ قلیدروث گھبرا گیا اور بڑی عاجزی سے صلح کی درخواست کی اور معذرت کی کہ کھانے پینے کی تنگی سے لوٹ مار ہوتی ہے۔ چنانچہ مکرر صلح ہوئی جس میں نوبیوں نے سالانہ تین سو ساٹھ غلام کا پیشکش کرنے کا اقرار کیا اور مسلمانوں نے ان کو غلہ ہدیہ کرنا منظور کیا۔ اور ایک معاہدہ لکھا گیا جو بقط (Bacam) کہلاتا ہے۔ اس کی نقل جس میں دنقلہ کی جامع مسجد کا بھی ذکر ہے یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عہد من الامیر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح لعظیم النوبۃ و جمیع اہل مملکتہ عہد عقدہ علی الکبیر والصغیر من النوبۃ	امیر عبداللہ بن سعد کا معاہدہ نوبہ کے حکمران اور جملہ اہل ملک کے لیے جو نوبہ کے بڑے چھوٹے سبھی لوگوں کے لیے اسوان سے علوہ تک کے علاقے کے لیے کیا گیا۔

من حد ارض اسوان الی حد ارض علوۃ۔

۳۔ ان عبداللہ بن سعد جعل لہم امانا و ہدنۃ جاریۃ بینہم و بین المسلمین ممن جاورہم من اہل صعید مصر و غیرہم من المسلمین و اہل الذمۃ۔

۴۔ انکم معاشر النوبۃ آمنون بامان اللہ و امان رسولہ محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لا نحاربکم ولا نغزوکم ما اقمتم علی الشرائط التی بیننا و بینکم۔

۵۔ علی ان تدخلوا بلدنا مجتازین غیر مقیمین فیہ و ندخل بلدکم مجتازین غیر مقیمین۔

۶۔ وعلیکم حفظ من نزل بلدکم او یطرقہ من مسلم او معاہد حتی یخرج عنکم۔

۷۔ وان علیکم رد کل آبق خرج الیکم من عبید المسلمین حتی تردوہ الی ارض الاسلام ولا تستولوا علیہ ولا تمنعوا منہ ولا تتعرضوا لمسلم قصدہ وحاورہ الی ان ینصرف

۸۔ وعلیکم حفظ المسجد الذی ابتناہ المسلمون بفناء مدینتکم ولا تمنعوا منہ مصلیا وعلیکم کنسہ و سرجہ۔

۹۔ وعلیکم فی کل سنۃ ثلاث مائۃ وستون رأسا تدفعونہا الی امام المسلمین من اوسط رقیق بلادکم غیر المعیب یکون فیہا ذکران و

(۳) عبداللہ بن سعد نے ان سے دائمی امن و صلح منظور کی ہے جو ان کے اور جنوبی مصر وغیرہ کے مسلمانوں اور ذمیوں کے مابین ہو گی۔ (۴) اے نوبہ والو! تمہیں خدا و رسول کا امان دیا جاتا ہے ہم تم سے نہ جنگ کریں گے نہ لڑائی جب تک تم ہماری باہمی شرطوں کو پوری کرو۔ (۵) یہ کہ تم ہمارے ملک میں آ کر گزر سکو گے لیکن نہ بس سکو گے اور ہم تمہارے ملک میں آ کر گزر سکیں گے۔ مقیم نہیں ہو جائیں گے۔ (۶) جو مسلمان یا ذمی تمہارے ملک میں آئے یا اس میں سے گزرے تو تمہارے علاقے سے واپسی تک اس کی حفاظت تمہارا فرض ہے۔ (۷) اور مسلمانوں کا کوئی بھگوڑا غلام تمہارے پاس آئے تو تم اسے اسلامی سرزمین میں واپس کر دو گے اس پر قبضہ نہ کرو گے اور نہ اس سے کوئی مسلمان ملنا اور بات کرنا چاہے تو تم ممانعت و تعرض کرو گے تا آنکہ وہ مسلمان واپس چلا جائے۔ (۸) تمہارے شہر میں مسلمانوں نے جو مسجد بنائی ہے اس کی حفاظت تمہارا فرض ہے۔ وہاں کسی نمازی کو جانے سے تم نہ روکو گے۔ وہاں جھاڑو صفائی اور روشنی تمہارا فرض ہے۔ (۹) تم سالانہ تین سو ساٹھ غلام مسلمانوں کے حکمران کو خراج دو گے جو اوسط قسم کے تمہارے ملک کے ہوں۔ ان میں عیب نہ ہوں کچھ مرد اور کچھ عورتیں۔ مگر نہ بہت بوڑھے اور نہ نابالغ یہ اسوان کے والی کے سپرد کیے جائیں گے۔

انات، لیس فیها شیخ هرم و لا عجوز و لا طفل لم یبلغ الحلم تدفعون ذالک الی والی اسوان۔

۱۰۔ ولیس علی المسلمین دفع عدو عرض لکم و لا منعه منکم من حد ارض علوة الی ارض اسوان

۱۱۔ فان آویتم عبد المسلم او قتلتم مسلما او معاهدا او تعرضتم للمسجد الذی ابتناه المسلمون بفناء مدینتکم بهدم، او منعتم شیئا من ثلاثمائة رأس وستین رأسا فقد برئت منکم هذا الهدنة والامان وعدنا نحن وانتم علی سواء حتیٰ یحکم الله بیننا وهو خیر الحاکمین

۱۲۔ علینا بذلک عهد الله و میثاقه و ذمته و ذمة رسوله محمد صلی الله علیه وسلم۔ ولنا علیکم بذلک اعظم ما تدینون به من ذمة المسیح و ذمة الحواریین و ذمة من تعظمونه من اهل دینکم وملتکم الله الشاهد بیننا و بینکم علی ذالک

۱۳۔ کتبه عمرو بن شرحبیل فی رمضان سنة احدی و ثلاثین۔

نشان ۱۰ علوہ اور اسوان کے مابین تم پر کوئی حملہ آور ہو تو اس کو روکنا مسلمانوں کا فرض نہیں۔

نشان ۱۱ اگر تم مسلمانوں کے کسی (بھگوڑے) غلام کو پناہ دو یا کسی مسلمان یا ذمی کو قتل کر دو یا اس مسجد سے تعرض کرو جو مسلمانوں نے تمھارے شہر میں تعمیر کی ہے اور اس کو منہدم کر دو یا تین سو ساٹھ غلاموں کے پیشکش میں کمی کرو تو یہ صلح و امان ختم ہو جائے گا اور ہم حالت برابری پر عود کر آئینگے تاآنکہ خدا ہم میں فیصلہ نہ کرے وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

نشان ۱۲ ہم پر اس سلسلے میں خدا اور رسول کا ذمہ اور واسطہ ہے اور ہمارے لیے تم پر تمھارے دین کی سب سے بڑی اعتقاد کی چیز یعنی حضرت مسیح اور حواریوں اور اپنے دین وملت کے دیگر بزرگ اشخاص کی ذمہ داری ہے اللہ ہم میں اور تم میں گواہ ہے۔

نشان ۱۳ اسے ۳۱ھ میں رمضان میں عمرو بن شرحبیل نے تحریر کیا۔

مقریزی نے تفصیل کے ساتھ اس معاہدے کی تعمیل کی رسمیں بیان کی ہیں کہ ہر سال غلاموں کی حوالگی کے وقت کیا طریقہ انجام پاتا تھا اور کس طرح رواج نے گورنر مصر اور افسران متعلقہ کے لیے بھی کچھ حقوق مستقرہ پیدا کر دیے تھے اور کس طرح اور کس مقدار میں انھیں غلہ عطا کیا جاتا تھا۔ اور یہ کہ رواج نے کس طرح غلے کے علاوہ کپڑے وغیرہ کو بھی اس میں شامل کرادیا تھا۔ چونکہ نوبی قوم عیسائی تھی اس لیے سالانہ سفارت کے موقع پر ایک زمانے میں شراب کے پیپے بھی تحفہ دیے جانے لگے تھے تو علمانے اس پر

مداخلت کی تھی۔

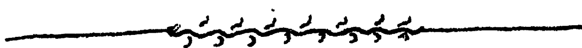
حبش کے بعض ساحلی علاقے اور ان کا یکساں نظم

حبشہ اور نوبیہ سے متصل بُجہ کا علاقہ ہے جو دریائے نیل اور بحر احمر کے مابین بندر عیذاب (حالیہ پورٹ سوڈان) سے جنوبی سکین تک پھیلا ہوا ہے۔ مقریزی (باب "ذکر البجۃ") نے لکھا ہے کہ ان میں بھی جنوبی ہند کے بعض ساحلی علاقوں کی طرح، مادرانہ معاشرہ رائج تھا یعنے کسی کا وارث بیٹا نہیں بلکہ بھانجا اور نواسہ ہوتا تھا اور یہ کہ ان میں کوئی سیاسی تنظیم اور کوئی مذہب نہ تھا۔ جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے نوبہ پر حملہ کیا تھا تو اس علاقے پر بھی توجہ کی تھی لیکن جب یہاں کی حالت سے آگاہی ہوئی کہ کوئی حکومت ہی نہیں ہے جو مقابلہ کر سکے تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ کوئی معاہدہ تک نہیں طے ہوا۔ اور یہ کہ سب سے پہلی مرتبہ ان سے معاہدہ عبید اللہ بن الحبحاب السلولی (زمانہ گورنری سنہ ۱۰۴ھ تا ۱۱۶ھ) نے کیا تھا جس میں مذکور تھا کہ "سالانہ ان لوگوں کو تین سو اونٹ دیے جایا کریں گے۔ یہ تجارت کے لیے اسلامی سرزمین سے گزر سکیں گے لیکن وہاں بس جانے کی اجازت نہ ہوگی۔ یہ کہ ان کے علاقے میں مسلمان اور ذمی رعایا کو جان و مال کا امن حاصل رہے گا ورنہ ان سے معاہدہ کالعدم سمجھا جائے گا۔ نیز یہ کہ مسلمانوں کے غلام بھاگ کر ان کے علاقے میں آئیں تو وہ واپس کر دیے جائیں گے"۔ معاہدے کی تعمیل کے لیے ان کا ایک وکیل بطور یرغمال مصر میں رہتا تھا۔ اور خلاف ورزی کی سزائیں مقرر تھیں چنانچہ ایک بکری کی لوٹ پر چار دینار اور ایک گائے کی لوٹ پر دس دینار جرمانہ ہوتا ہے۔ اور بھگوڑے غلاموں کی عدم واپسی پر بھی ان سے مواخذہ کیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان کے علاقے میں مسلمان جا کر بسنے، وہاں کے شاہی خاندان میں شادی بیاہ کر لے اور ان کی کانوں کو کھود کر استفادہ کرنے لگے جس کے باعث ان لوگوں کا وحشی پن بھی رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا۔ لیکن خلیفہ مامون کے زمانے میں ان لوگوں نے لوٹ مار بہت شروع کی تو سپہ سالار عبداللہ بن جہم کو بھیجا گیا اور مختلف معرکہ آرائیوں کے بعد بجہ کے حاکم کنون بن عبد العزیز نے

صلح چاہی جس کا طویل متن مقریزی نے نقل کیا ہے جس کے اہم فقرات یہ ہیں
"تو اور تیری رعایا اب خلیفہ مامون کے غلام سمجھے جائیں گے البتہ اپنے علاقے میں تو
حسب حال بادشاہ رہے گا اور تو حسب سابق سو اونٹ یا تین سو دینار کا سالانہ
خراج ادا کرے گا........ اسلام، قرآن یا جناب رسالتؐ کی شان میں کوئی گستاخی
کرے تو معاہدہ منسوخ سمجھا جائے گا........ دشمنان اسلام کو مدد بھی نہ دو گے
.... کسی مسلمان یا ذمی آزاد کو قتل کرو تو دس خونبہا اور غلام کو تو قیمت
کا دس گنا، اور اسی طرح اسلامی رعایا کا مال لٹے تو دس گنا جرمانہ وصول کیا جائیگا
.... اسلامی رعایا کو تیرے علاقے سے گزرنے میں کوئی ممانعت نہ ہوگی اور نہ
رہزنی کی جائے گی........ مسلمانوں کی بنائی ہوئی مسجدوں کو نہ ڈھاؤ گے
.... یہ کہ کنون بن عبد العزیز بطور ریونمال مصر میں مقیم رہیگا۔ تاکہ معاہدے کی
تعمیل کا اطمینان حاصل ہو........ یہ کہ اسلامی افسر مسلمانان بجہ سے زکات
وصول کرنے علاقے بجہ میں آسکیں گے........ اس کا لفظ بہ لفظ ترجمہ کیا گیا اور
اس پر گواہیاں بھی ثبت کرائی گئیں۔"

اس کی تعمیل خلیفہ متوکل کے زمانے تک ہوتی رہی۔ پھر لوٹ مار بڑھ گئی
تو ایک مہم بھیجی گئی، جس نے فن حرب کی مہارت سے باوجود تعداد کی کمی کے دشمن کو
فاش شکست دی اور ان کے حکمران کو بغداد جا کر خلیفے کے قدموں پر گرنے پر مجبور
کیا۔ یہ ۲۴۱ھ کا واقعہ ہے۔ اور بعض مزید حقوق مسلمانوں کے لیے حاصل کر کے
مکرر صلح کی گئی۔

حبشی علاقوں کے بہت سے حالات مقریزی نے "الالمام" نامی ایک
مستقل کتاب میں بھی لکھے ہیں۔ لیکن ہمارا موضوع قبل اسلام اور ابتدائے اسلام کے
تعلقات کا تذکرہ ہے اور بعد کے حالات محض تکملہ ہیں۔



ضمیمہ مذکورۂ بالا تحریر کی کتابت ہو چکی تھی کہ بعض نئے معلومات حاصل ہوئے ہیں۔ ان کو بطور ضمیمہ شامل کیا جاتا ہے۔ اوپر مسٹر ڈنلاپ کے مکتوب نبوی بنام نجاشی کو دریافت کرنے کا ذکر کیا گیا۔ ابھی ابھی ان کا ایک خط گلاسگو سے آیا ہے اور ان کا موعودہ مضمون بھی چھپ گیا ہے۔ جس میں مکتوب مبارک کا فوٹو بھی شامل ہے۔ چنانچہ رسالہ جے آر اے ایس لندن بابت جنوری سنہ ۱۹۴۰ء صفحہ (۵۴ تا ۶۰) ملاحظہ ہو۔

اصل نامۂ مبارک ایک جھلی پر ہے جو (۱۳½) انچ لمبی اور (۹) انچ چوڑی ہے جس پر علاوہ مہر کے سترہ سطریں خط جلی میں ہیں اور صاف پڑھی جاتی ہیں۔ مکاتیب نبویہ بنام مقوقس و منذر کے خط سے اس کا خط بدلا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کاتب دوسرا ہوگا۔ لیکن انداز خط اور رسم الخط وہی قدیم ہے۔ مسٹر ڈنلاپ کے دوست ماہرین نے یہ بھی تسلیم کیا کہ مکتوبوں کے آخر جو مہر ہے[1] وہ بہر حال ہم شکل اور ہم خط اور یکساں ہے۔ اور یہ امر خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ اوپر ہم نے مسٹر ڈنلاپ کے خط کے حوالے سے جو متن نقل کیا ہے۔ اس میں فوٹو کے دیکھنے پر خفیف ترمیم کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ سطر ۱۳ میں تو مَن کی جگہ تو قَن پڑھا جائے اور سطر ۱۶ میں فاقبل و نصیحتی کی جگہ "فاقبلو نصیحتی" (بغیر الف جمع کے) اور سطر ۱۷ میں اتبع کی جگہ اتتبع (دو ت سے) لکھا ہوا ہے۔ اور یہ آخری دونوں چیزیں میرے نزدیک فن تحریر کے آغاز کا زمانہ ہونے کی وجہ سے خط کے اصلی ہونے کی دلیل ہیں۔ زمانۂ مابعد کا جعل ہو تو کاتب ایسی "غلطیاں" نہ کرتے۔ اصل میں یہ غلطیاں نہیں ہیں بلکہ عہد نبوی میں ان کا رواج ہونا خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ چنانچہ ماضی جمع کے صیغے میں بارہا بغیر الف کے قرآن میں الفاظ ملتے ہیں اور آیت "والسماء بنینا ہا باییدٍ" میں دو ی لکھتے ہیں حالانکہ تلفظ "بایدٍ" ہے۔ نامہ مبارک کی روشنائی کھجور کے رنگ کی سرخ ہے۔ اسے دمشق میں کسی شخص نے سنہ ۱۹۳۸ء میں حبشہ کے ایک پادری سے خرید کیا اور اسے کچھ دن انگلستان بھیجا گیا تاکہ برٹش میوزیم وغیرہ

[1] مہر فوٹو میں صاف نہیں آسکی ہے۔

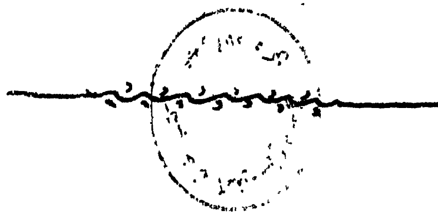
کے ماہرین اس کی جانچ کریں اور پھر مسٹر ڈنلاپ کا بیان ہے کہ "میں نے اسے واپ
لے جا کر اس کے مالک کو پہنچا دیا جو دمشق کا ایک خانگی فرد ہے"۔ مضمون نگار نے
بھی لکھا ہے کہ جن ماہرین نے اسے دیکھا ان میں سے متعدد نے یہ خیال ظاہر کیا
اس جھلی کا نٹے کی جگہ پرانا ہونا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ برٹش میوزیم کے
ماہروں نے البتہ اس کا اتنا قدیم ہونا کہ عہد نبوی کا ہو تسلیم نہیں کیا۔ لیکن
ظاہر ہے کہ جب تک عہد نبوی کی کسی اور اصلی اور مسلمہ جھلی سے اس کا مقابلہ
کیا جائے صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ "یہ اتنی پرانی نہیں معلوم ہوتی"۔

مسٹر ڈنلاپ نے اس جھلی کو محض سرسری اور سطحی بلکہ اپنی آپ تر
کرنے والی دلیلوں کی بنیاد پر محض حالیہ (تقریباً ستر، اسی سال کی) قرار دیا
مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دلائل کا جواب رسالہ جے آر اے ایس
ہی میں دوں جہاں وہ ابتدائی مضمون چھپا ہے۔ یوں بھی اس میں بہت
خشک فنی مباحث آجاتے ہیں جن کی یہاں جگہ نہیں اور میری رائے میں قرا
شہادت بہت کچھ مکتوب کے اصلی ہونے کی تائید میں ہے۔



کے ماہرین اس کی جانچ کریں اور پھر مسٹر ڈنلاپ کا بیان ہے کہ "میں نے اسے واپس لے جا کر اس کے مالک کو پہنچا دیا جو دمشق کا ایک خانگی فرد ہے"۔ مضمون نگار نے یہ بھی لکھا ہے کہ جن ماہرین نے اسے دیکھا ان میں سے متعدد نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اس جھلی کا نئے کی جگہ پرانا ہونا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ برٹش میوزیم کے ماہروں نے البتہ اس کا اتنا قدیم ہونا کہ عہد نبوی کا ہو تسلیم نہیں کیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ جب تک عہد نبوی کی کسی اور اصلی اور مسلمہ جھلی سے اس کا مقابلہ نہ کیا جائے صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ "یہ اتنی پرانی نہیں معلوم ہوتی"۔

مسٹر ڈنلاپ نے اس جھلی کو محض سرسری اور سطحی بلکہ اپنی آپ تردید کرنے والی دلیلوں کی بنیاد پر محض حالیہ (تقریباً ستر، اسی سال کی) قرار دیا ہے۔ مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دلائل کا جواب رسالہ جے آر اے ایس ہی میں دوں جہاں وہ ابتدائی مضمون چھپا ہے۔ یوں بھی اس میں بہت سے خشک فنی مباحث آجاتے ہیں جن کی یہاں جگہ نہیں اور میری رائے میں قرائنی شہادت بہت کچھ مکتوب کے اصلی ہونے کی تائید میں ہے۔



ادارہ ترقی تعلیم اسلامی حیدرآباد دکن کی جانب
سے
مجلہ نظامیہ بابتہ صفر و ربیع المنور ۱۳۶۱ھ میں شائع ہوا۔

انتظامی پریس نظام شاہی روڈ

چند اہم کتابیں

عہد نبوی کے میدان جنگ: جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب استاذ جامعہ عثمانیہ نے عہد نبوی کے میدان جنگ پر کراؤن سائز ۴۴ صفحے کا نہایت تحقیقی ایک مقالہ مرتب فرمایا ہے جس میں (۴۴) بلاک اور کئی نقشے دیئے گئے ہیں جس کے دیکھنے سے عہد نبوی کے غزوات پر صحیح روشنی پڑتی ہے اب تک اردو زبان میں اس قسم کی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی باوجود اس کے قیمت عہ رکھی گئی ہے۔

تاریخ دستور آصفی: اس کتاب میں فن سیاسیات کی اہمیت اسلامی نظام سلطنت، عصر جدید کے سیاسی نظام کے علاوہ سلطنت آصفیہ کے (۲۱۶) دستوری تغیرات اور ملک کے ہنگامہ خیز دور کی تاریخ حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس اور اتحاد المسلمین اور اصلاحات جدیدہ کے مکمل قانون کو نہایت سہل اور دلچسپ انداز میں ایک جگہ جمع کیا گیا ہے۔ قیمت ۸ر

سالنامہ نظامیہ: اس کتاب میں یوم تاسیس جامعہ نظامیہ میں پڑھے ہوئے علماء کرام کے تحقیقی مقالے جمع کئے گئے ہیں آزادی نسواں اور مسئلہ حجاب کے علاوہ مذہبی نظام تعلیم میں اصلاح اور جامعہ نظامیہ کی ایک مبسوط تاریخ لکھی گئی ہے غرض کہ بیش بہا معلومات کا مکمل ذخیرہ فراہم کیا گیا ہے۔ ۸ھر

مذہب اور فرقہ واریت: ملا عبد الباسط صاحب ناظم عدالت ضلع رائچور کا وہ مشہور و معروف مقالہ ہے جس میں انھوں نے ناقابل انکار دلائل سے ثابت کیا ہے کہ فرقہ واریت سے قوموں کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور اسلامی تعلیم فرقہ واریت کے خلاف ہے۔ ۸ر

عہد نبوی کا نظام تعلیم: جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب استاذ جامعہ عثمانیہ نے عہد نبوی کے نظام تعلیم پر ایک محققانہ مقالہ لکھا ہے جس کے دیکھنے سے عہد نبوی میں تعلیم کی ترقی اور اس کے عروج کے اسباب معلوم ہوتے ہیں۔ ۳ر

شعر العرب: از پروفیسر مولوی حکیم محمد حبیب اللہ صاحب اس میں عربی شاعری کی ابتداء اور اس کی ترقی اور اس کے حسن کا ایک عام انداز بتلایا ہے۔ قیمت ۶ر

ملنے کا پتہ

مکتبہ مجلہ نظامیہ حسینی علم حیدرآباد دکن